جمہور کی قرات ''مصرا'' ہی ہے اور تمام قرأتوں میں یہی لکھا ہوا ہے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ شہروں میں سے کسی شہر میں چلے جاؤ۔ ابی بن کعبؓ اور ابن مسعودؓ سے مصر کی قرات بھی ہے اور اس کی تفسیر مصر شہر سے کی گئی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مصرا سے بھی مراد مخصوص شہر مصر لیا گیا ہو اور یہ الف مِصرًا کا ایسا ہو جیسا قَوَارِیْرًا قَوَارِیْرًا میں ہے۔ مصر سے مراد عام شہر لینا ہی بہتر معلوم ہوتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ جو چیز تم طلب کرتے ہوئے یہ تو آسان چیز ہے' جس شہر میں جاؤ گے یہ تمام چیزیں وہاں پالو گے۔ میری دعا کی بھی کیا ضرورت ہے؟ کیونکہ ان کا یہ قول محض تکبر سرکشی اور بڑائی کے طور پر تھا۔ اس لئے انہیں کوئی جواب نہیں دیا گیا واللہ اعلم۔

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾

ان پر ذلت اور مسکینی ڈالی گئی اور اللہ کا غضب لے کر وہ لوٹے۔ یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔ یہ ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا نتیجہ ہے ○ مسلمان ہوں' یہودی ہوں' نصاریٰ ہوں یا صابی ہوں' جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ پر' قیامت کے دن پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے اس کے اجران کے رب کے پاس ہیں اور ان پر نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ اداسی ○

پاداش عمل: ☆☆ (آیت:۶۱) مطلب یہ ہے کہ ذلت اور مسکینی ان کا مقدر بنا دی گئی۔ اہانت وپستی ان پر مسلط کر دی گئی' جزیہ ان سے وصول کیا گیا' مسلمانوں کے قدموں تلے انہیں ڈال دیا گیا' فاقہ کشی اور بھیک کی نوبت پہنچی۔ اللہ کا غضب وغصہ ان پر اترا۔ ''آباؤ'' کے معنی لوٹنے اور ''رجوع کیا'' کے ہیں۔ باء کبھی بھلائی کے صلہ کے ساتھ اور کبھی برائی کے صلہ کے ساتھ آتا ہے۔ یہاں برائی کے صلہ کے ساتھ ہے۔ یہ تمام عذاب ان کے تکبر' عناد حق کی قبولیت سے انکار' اللہ کی آیتوں سے کفر' انبیا اور ان کے تابعداروں کی اہانت اور ان کے قتل کی بنا پر تھا۔ اس سے زیادہ بڑا کفر اور کون سا ہوگا کہ اللہ کی آیتوں سے کفر کرتے اور اس کے نبیوں کو بلاوجہ قتل کرتے۔ رسول اللہ فرماتے ہیں' تکبر کے معنی حق کو چھپانے اور لوگوں کو ذلیل سمجھنے کے ہیں۔ مالک بن مرارہ رہاویؓ ایک روز خدمت رسولؐ میں عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ میں خوبصورت آدمی ہوں۔ میرا دل نہیں چاہتا کہ کسی کی جوتی کا تسمہ بھی مجھ سے اچھا ہو تو کیا یہ تکبر اور سرکشی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تکبر اور سرکشی حق کو رد کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے چونکہ بنی اسرائیل کا تکبر کفر وقتل انبیاء تک پہنچ گیا تھا' اس لئے اللہ کا غضب ان پر لازم ہو گیا' دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک ایک بنی اسرائیل ان میں موجود تین تین سو نبیوں کو قتل کر ڈالتے تھے۔ پھر بازاروں میں جا کر اپنے لین دین میں مشغول ہو جاتا (ابوداؤد طیالسی)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' سب سے زیادہ سخت عذاب قیامت کے دن اس شخص کو ہوگا جسے کسی نبی نے قتل کیا ہو یا اس نے کسی نبی کو مار ڈالا ہو اور گمراہی کا وہ امام جو تصویریں بنانے والا یعنی مصور ہوگا۔ یہ ان کی نافرمانیوں اور ظلم و زیادتی کا بدلہ تھا' یہ دوسرا سبب ہے کہ وہ منع کئے ہوئے کاموں کو کرتے تھے اور حد سے بڑھ جاتے تھے۔ واللہ اعلم۔

فرماں برداروں کے لئے بشارت: ☆☆ (آیت:۶۲) اوپر چونکہ نافرمانوں کے عذاب کا ذکر تھا تو یہاں ان میں جو لوگ نیک تھے' ان کے ثواب کا بیان ہو رہا ہے۔ نبی کی تابعداری کرنے والوں کے لئے یہ بشارت تا قیامت ہے کہ نہ مستقبل کا ڈر' نہ یہاں حاصل نہ ہونے والی اشیاء کا افسوس و حسرت۔ اور جگہ ہے اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنی اللہ کے دوستوں پر کوئی خوف و غم نہیں اور وہ فرشتے جو مسلمان کی روح نکلنے کے وقت آتے ہیں' یہی کہتے ہیں کہ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ تم ڈرو نہیں' تم اداس نہ ہو' تمہیں ہم اس جنت کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا تم سے وعدہ کیا تھا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' میں حضور کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے جن ایمان والوں سے ملا تھا' ان کی عبادت اور نماز روزے وغیرہ کا ذکر کیا تو یہ آیت اتری (ابن ابی حاتم) ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت سلمانؓ نے ان کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ نمازی روزہ دار ایماندار اور اس بات کے معتقد تھے کہ آپ مبعوث ہونے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جہنمی ہیں' حضرت سلمانؓ کو اس سے بڑا رنج ہوا۔ وہیں یہ آیت نازل ہوئی لیکن یہ واضح رہے کہ یہودیوں میں سے ایماندار وہ ہے جو توراۃ کو مانتا ہو اور سنت موسیٰ علیہ السلام کا عامل ہو لیکن جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آ جائیں تو ان کی تابعداری کرے اور ان کی نبوت کو برحق سمجھے۔ اگر اب بھی وہ توراۃ اور سنت موسیٰ پر جما رہے اور حضرت عیسیٰ کا انکار کرے اور تابعداری نہ کرے تو پھر بے دین ہو جائے گا۔

اسی طرح نصرانیوں میں سے ایماندار وہ ہے جو انجیل کو کلام اللہ مانے' شریعت عیسوی پر عمل کرے اور اگر اپنے زمانے میں پیغمبر آخرالزمان حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو پالے تو آپ کی تابعداری اور آپ کی نبوت کی تصدیق کرے۔ اگر اب بھی وہ انجیل کو اور اتباع عیسوی کو نہ چھوڑے اور حضورؐ کی رسالت کو تسلیم نہ کرے تو ہلاک ہوگا۔ (ابن ابی حاتم) سدیؒ نے یہی روایت کی ہے اور سعید بن جبیرؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہر نبی کا تابعدار' اس کا ماننے والا ایماندار اور صالح ہے اور اللہ کے ہاں نجات پانے والا ہے لیکن جب دوسرا نبی آئے اور وہ اس سے انکار کرے تو کافر ہو جائے گا۔

قرآن کی ایک آیت تو یہ جو آپ کے سامنے ہے اور دوسری وہ آیت جس میں بیان ہے وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ③ یعنی جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہو' اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والا ہوگا۔ ان دونوں آیتوں میں یہی تطبیق ہے۔ کسی شخص کا کوئی عمل' کوئی طریقہ مقبول نہیں تاوقتیکہ وہ شریعت محمدیہؐ کے مطابق نہ ہو' مگر یہ اس وقت ہے جب کہ آپ مبعوث ہو کر دنیا میں آ گئے۔ آپ سے پہلے جس نبی کا جو زمانہ تھا اور جو لوگ اس زمانہ میں تھے' ان کے لئے ان کے زمانہ کے نبی کی تابعداری اور اس کی شریعت کی مطابقت شرط ہے۔

یہود کون ہیں؟ ☆☆ لفظ یہود ھوداً سے ماخوذ ہے جس کے معنی مودۃ اور دوستی کے ہیں یا یہ ماخوذ ہے تہود سے' جس کے معنی توبہ کے ہیں جیسے قرآن میں ہے اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ④ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں' ہم اے اللہ تیری طرف توبہ کرتے ہیں پس انہیں ان دونوں وجوہات کی بنا پر سے یہود کہا گیا ہے' توبہ کی وجہ اور آپس میں دوستی کی وجہ سے اور بعض کہتے ہیں یہ یہودا کی اولاد میں سے تھے' اس لئے انہیں یہود کہا گیا ہے' یہودا حضرت یعقوبؑ کے بڑے لڑکے کا نام تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ توراۃ پڑھتے وقت ہلتے تھے۔ اس بنا پر انہیں یہود یعنی

حرکت کرنے والا کہا گیا ہے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا زمانہ آیا تو بنی اسرائیل پر آپ کی نبوت کی تصدیق اور آپ کے فرمان کی اتباع واجب ہوئی۔ تب ان کا نام نصاریٰ ہوا کیونکہ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کی نصرت یعنی تائید اور مدد کی تھی۔ انہیں انصار بھی کہا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ اللہ کے دین میں میرا مددگار کون ہے؟ حواریوں نے کہا ہم ہیں۔ بعض کہتے ہیں یہ لوگ جہاں اترے تھے اس زمین کا نام ناصرہ تھا۔ اس لئے انہیں نصاریٰ کہا گیا۔ قتادہؒ اور ابن جریجؒ کا یہی قول ہے۔ ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے۔ واللہ اعلم۔

نصاریٰ نصران کی جمع ہے جیسے نشوان کی جمع نشاویٰ اور سکران کی جمع سکاریٰ۔ اس کا مونث نصرانۃ آتا ہے۔ اب جبکہ خاتم النبین ﷺ کا زمانہ آیا اور آپ تمام دنیا کی طرف رسول و نبی بنا کر بھیجے گئے تو ان پر بھی اور دوسرے سب پر بھی آپ کی تصدیق و اتباع واجب قرار دی گئی اور ایمان و یقین کی پختگی کی وجہ سے آپ کی امت کا نام مومن رکھا گیا اور اس لئے بھی کہ ان کا ایمان تمام اگلے انبیاء پر بھی ہے اور تمام آنے والی باتوں پر بھی۔ صابی کے معنی ایک تو بے دین اور لامذہب کئے گئے ہیں اور اہل کتاب کے ایک فرقہ کا نام بھی یہ تھا جو زبور پڑھا کرتے تھے۔ اسی بنا پر ابوحنیفہؒ اور اسحٰقؒ کا مذہب ہے کہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ ہمارے لئے حلال ہے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا بھی۔ حضرت حسن اور حضرت حکم فرماتے ہیں' یہ گروہ مجوسیوں کی مانند ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ لوگ فرشتوں کے پجاری تھے۔ زیاد نے جب یہ سنا تھا کہ یہ لوگ پانچ وقت نماز قبلہ کی جانب رخ کر کے پڑھا کرتے ہیں تو ارادہ کیا کہ انہیں جزیہ معاف کر دے لیکن ساتھ ہی معلوم ہوا کہ وہ مشرک ہیں تو اپنے ارادہ سے باز رہے۔

ابوالزناد فرماتے ہیں' یہ لوگ عراقی ہیں۔ بکوثی کے رہنے والے سب نبیوںؑ کو مانتے ہیں' ہر سال تیس روزے رکھتے ہیں اور یمن کی طرف منہ کر کے ہر دن میں پانچ نمازیں پڑھتے ہیں۔ وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو یہ لوگ جانتے ہیں لیکن کسی شریعت کے پابند نہیں اور کفار بھی نہیں۔ عبدالرحمٰن بن زید کا قول ہے کہ یہ بھی ایک مذہب ہے۔ جزیرہ موصل میں یہ لوگ تھے۔ لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے اور کسی کتاب یا نبی کو نہیں مانتے تھے اور نہ کوئی خاص شرع کے عامل تھے۔

مشرکین اسی بنا پر آنحضور اور آپ کے صحابہ کو لا الہ الا اللہ صابی کہتے تھے یعنی کہنے کی بنا پر۔ ان کا دین نصرانیوں سے ملتا جلتا تھا۔ ان کا قبلہ جنوب کی طرف تھا۔ یہ لوگ اپنے آپ کو حضرت نوحؑ کے دین پر بتاتے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہود مجوس کے دین کا خلط ملط یہ مذہب تھا۔ ان کا ذبیحہ کھانا اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا ممنوع ہے۔ قرطبی فرماتے ہیں مجھے جہاں تک معلوم ہوا ہے کہ یہ لوگ موحد تھے لیکن تاروں کی تاثیر اور نجوم کے معتقد تھے۔

ابوسعید اصطخریؒ نے ان پر کفر کا فتویٰ صادر کیا ہے۔ رازی فرماتے ہیں' یہ ستارہ پرست لوگ تھے کشرانیین میں سے تھے جن کی جانب حضرت ابراہیم علیہ السلام بھیجے گئے تھے۔ حقیقت حال کا علم تو محض اللہ تعالیٰ کو ہے مگر بظاہر یہی قول اچھا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ نہ یہودی تھے نہ نصرانی نہ مجوسی نہ مشرک بلکہ یہ لوگ فطرت پر تھے' کسی خاص مذہب کے پابند نہ تھے اور اسی معنی میں مشرکین اصحاب رسول اللہ ﷺ کو صابی کہا کرتے تھے یعنی ان لوگوں نے تمام مذاہب ترک کر دیئے تھے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ صابی وہ ہیں جنہیں کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی۔ واللہ اعلم۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ
بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۞ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ
فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۞
وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِى السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ
كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ۞ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا
خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۞

اور جب ہم نے تم سے وعدہ لیا اور تم پر طور پہاڑ لا کر کھڑا کر دیا (اور کہا) جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے مضبوطی سے تھام لو اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد کرو تا کہ تم بچ سکو ○ لیکن تم اس کے بعد بھی پھر گئے۔ پس اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم نقصان والے ہو جاتے ○ یقیناً تمہیں ان لوگوں کا علم بھی ہے جو تم میں سے ہفتہ کے بارے میں حد سے بڑھ گئے اور ہم نے بھی کہہ دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ ○ اسے ہم نے اگلوں پچھلوں کے لئے عبرت کا سبب بنایا اور پرہیز گاروں کے لئے وعظ و نصیحت کا ○

عہد شکن یہود: ☆☆ (آیت:۶۳-۶۴) ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو ان کے عہد و پیمان یاد دلا رہا ہے کہ میری عبادت اور میرے نبی کی اطاعت کا وعدہ میں تم سے لے چکا ہوں اور اس وعدے کو پورا کرانے اور منوانے کے لئے میں نے طور پہاڑ کو تمہارے سروں پر لا کر کھڑا کر دیا تھا جیسے اور جگہ ہے وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ الخ جب ہم نے ان کے سروں پر سائبان کی طرح پہاڑ لا کر کھڑا کیا اور وہ یقین کر چکے کہ اب پہاڑ ان پر گر کر انہیں کچل ڈالے گا۔ اس وقت ہم نے کہا' ہماری دی ہوئی چیز کو مضبوط تھامو اور اس میں جو کچھ ہے اسے یاد کرو تو بچ جاؤ گے' طور سے مراد پہاڑ ہے جیسے سورۂ اعراف کی آیت میں ہے اور جیسے صحابہؓ اور تابعین نے اس کی تفسیر کی ہے ثابت یہی ہے کہ طور اس پہاڑ کو کہتے ہیں جس پر سبزہ اگتا ہو۔ حدیث فتون میں براویت ابن عباسؓ مروی ہے کہ جب انہوں نے اطاعت سے انکار کیا' اس وقت یہ پہاڑ ان کے سروں پر لا کر کھڑا کیا گیا کہ اب تو احکامات سنیں۔ سدیؒ کہتے ہیں' ان کے سجدے سے انکار کرنے کے باعث ان کے سر پر پہاڑ آ گیا لیکن اسی وقت یہ سب سجدے میں گر پڑے اور مارے ڈر کے کنکھیوں سے اوپر کی طرف دیکھتے رہے اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور پہاڑ ہٹا لیا اس وجہ سے وہ اسی سجدے کو پسند کرتے ہیں کہ آدھا دھڑ سجدے میں ہو اور دوسری طرف سے اونچے دیکھ رہے ہوں۔ جو ہم نے دیا' اس سے مراد توراۃ ہے۔ قوت سے مراد طاعت ہے یعنی توراۃ پر مضبوطی سے جم کر عمل کرنے کا وعدہ کرو ورنہ پہاڑ تم پر گرا دیا جائے گا اور اس میں جو ہے' اسے یاد کرو اور اس پر عمل کرو یعنی توراۃ پڑھتے پڑھاتے رہو۔ لیکن ان لوگوں نے اتنے پختہ میثاق' اتنے اعلیٰ عہد اور اس قدر زبردست وعدے کے بعد بھی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور عہد شکنی کی۔ اب اگر اللہ تعالیٰ کی کرم فرمائی اور رحمت نہ ہوتی' اگر وہ توبہ قبول نہ فرماتا اور نبیوں کے سلسلہ کو برابر جاری نہ رکھتا تو یقیناً تمہیں زبردست نقصان پہنچتا۔ اس وعدے کو توڑنے کی بنا پر دنیا اور آخرت میں تم برباد ہو جاتے۔

صورتیں مسخ کر دی گئیں: ☆☆ (آیت:۶۵-۶۶) اس واقعہ کا بیان تفصیل کے ساتھ سورۂ اعراف میں ہے جہاں فرمایا وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِىْ الخ وہیں اس کی تفسیر بھی پوری بیان ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یہ ایلہ بستی کے باشندے تھے۔ ان پر ہفتہ کے دن تعظیم ضروری کی گئی تھی۔ اس دن کا شکار منع کیا گیا تھا اور حکم باری تعالیٰ سے مچھلیاں اسی دن بکثرت آیا کرتی تھیں تو انہوں نے مکاری کی۔

گڑھے کھود لئے' رسیاں اور کانٹے ڈال دیئے- ہفتہ والے دن وہ آ گئیں- یہاں پھنس گئیں- اتوار کی رات کو جا کر پکڑ لیا' اس جرم پر اللہ نے ان کی شکلیں بدل دیں-

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں' صورتیں نہیں بدلی تھیں بلکہ دل مسخ ہو گئے تھے- یہ صرف بطور مثال کے ہے جیسے عمل نہ کرنے والے علماء کو گدھوں سے مثال دی ہے لیکن یہ قول غریب ہے اور عبارت قرآن کے ظاہر الفاظ کے بھی خلاف ہے- اس آیت پر پھر سورۂ اعراف کی آیت وَسْئَلْهُمْ الخ پر اور وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ الخ پر نظر ڈالو- حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جوان لوگ بندر بن گئے اور بوڑھے سور بنا دیئے گئے- حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں' یہ تمام مرد اور عورت دم والے بندر بنا دیئے گئے- آسمانی آواز آئی کہ تم سب بندر بن جاؤ چنانچہ سب کے سب بندر بن گئے- جو لوگ انہیں اس مکروہ حیلہ سے روکتے تھے' وہ اب آئے اور کہنے لگے دیکھو ہم پہلے سے تمہیں منع کرتے تھے؟ تو وہ سر ہلاتے تھے یعنی ہاں- حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' تھوڑی مدت میں وہ سب ہلاک ہو گئے ان کی نسل نہیں ہوئی- تین دن سے زیادہ کوئی مسخ شدہ قوم زندہ نہیں رہتی- یہ سب بھی تین دن میں ہی یونہی ناک رگڑتے رگڑتے مر گئے- کھانا پینا اور نسل سب منقطع ہو گئی- یہ بندر جواب ہیں اور جو اس وقت بھی تھے' یہ تو جانور ہیں جو اسی طرح پیدا کئے گئے تھے' اللہ تعالیٰ جو چاہے اور جس طرح چاہے پیدا کرتا ہے اور جسے جس طرح کا چاہے بنا دیتا ہے (اللہ اپنے غضب و غصہ سے اور اپنی پکڑ دھکڑ سے اور اپنے دنیوی اور اخروی عذابوں سے نجات دے- آمین) خاسئین کے معنی ذلیل اور کمینہ- ان کا واقعہ تفصیل کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ نے جو بیان کیا ہے' وہ سب سن لیجئے- ان پر جمعہ کی عزت و ادب کو فرض کیا گیا لیکن انہوں نے جمعہ کے دن کو پسند نہ کیا اور ہفتہ کا دن رکھا- اس دن کی عظمت کے طور پر ان پر شکار کھیلنا وغیرہ اس دن حرام کر دیا گیا- ادھر اللہ کی آزمائش کی بنا پر ہفتہ والے دن تمام مچھلیاں اوپر آ جایا کرتی تھیں اور کودتی اچھلتی رہتی تھیں لیکن باقی دنوں میں کوئی نظر ہی نہیں آتی تھی- ایک مدت تک تو یہ لوگ خاموش رہے اور شکار کرنے سے رکے رہے-

ازاں بعد ان میں سے ایک شخص نے یہ حیلہ نکالا کہ ہفتہ والے دن مچھلی کو پکڑ لیا اور پھندے میں پھانس کر ڈوری کو کنارے پر کسی چیز سے باندھ دیا- اتوار والے دن جا کر نکال لایا اور پکا کر کھائی- لوگوں نے خوشبو پا کر پوچھا تو اس نے کہا' میں نے تو آج اتوار کو شکار کیا ہے- آخر یہ راز کھلا تو اور لوگوں نے بھی اس حیلہ کو پسند کیا اور اس طرح وہ سب مچھلیوں کا شکار کرنے لگے- پھر تو بعض نے دریا کے آس پاس گڑھے کھود لئے' ہفتہ والے دن جب مچھلیاں اس میں آ جاتیں تو اسے بند کر دیتے اور اتوار والے دن پکڑ لاتے' کچھ لوگ جو ان میں نیک دل اور سچے مسلمان تھے' وہ انہیں روکتے اور منع کرتے رہے لیکن ان کا جواب یہی ہوتا تھا کہ ہم ہفتہ کو شکار ہی نہیں کھیلتے- ہم تو اتوار والے دن پکڑتے ہیں- ان شکار کھیلنے والوں اور ان منع کرنے والوں کے سوا ایک گروہ ان میں اور بھی تھا جو مصلحت وقت برتنے والا اور دونوں فرقوں کو راضی رکھنے والا' وہ تو ان کا پورا ساتھ دیتا تھا- ان کا نہ شکار کھیلتے تھے' نہ شکاریوں کو روکتے تھے بلکہ روکنے والوں سے کہتے تھے کہ اس قوم کو کیوں وعظ و نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرے گا یا سخت عذاب کرے گا اور تم اپنا فرض بھی ادا کر چکے' انہیں منع کر چکے جب نہیں مانتے تو اب انہیں چھوڑو- یہ جواب دیتے کہ ایک تو اللہ کے ہاں ہم معذور ہو جائیں اس لئے اور دوسرے اس لئے بھی کہ شاید آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو پرسوں یہ مان جائیں اور عذاب الٰہی سے نجات پائیں-

بالآخر اس مسلم جماعت نے اس حیلہ جو فرقہ کا بالکل بائیکاٹ کر دیا اور ان سے بالکل الگ ہو گئے- بستی کے درمیان ایک دیوار کھینچ لی اور دروازہ اپنے آنے جانے کا رکھا اور ایک دروازہ ان حیلہ جو نافرمانوں کے لئے' اس پر بھی ایک مدت اسی طرح گذر گئی- ایک دن صبح مسلمان جاگے- دن چڑھ گیا لیکن اب تک ان لوگوں نے اپنا دروازہ نہیں کھولا تھا اور نہ ان کی آوازیں آ رہی تھیں- یہ لوگ

متحیر تھے کہ آج کیا بات ہے؟ آخر جب زیادہ دیر لگ گئی تو ان لوگوں نے دیوار پر چڑھ کر دیکھا تو وہاں عجب منظر نظر آیا۔ دیکھا کہ وہ تمام لوگ مع عورتوں بچوں کے بندر بن گئے ہیں' ان کے گھر جو راتوں کو بند تھے' اسی طرح بند ہیں اور اندر وہ کل انسان بندر کی صورتوں میں ہیں' جن کی دمیں نکلی ہوئی ہیں' بچے چھوٹے بندروں کی شکل میں مرد بڑے بندروں کی صورت میں' عورتیں بندریاں بنی ہوئی ہیں اور ہر ایک پہچانا جاتا ہے کہ یہ فلاں مرد ہے' یہ فلاں عورت ہے' یہ فلاں بچہ ہے وغیرہ۔ یہ بھی یاد رہے کہ جب یہ عتاب آیا تو نہ صرف وہی ہلاک ہوئے جو شکار کھیلتے تھے بلکہ ان کے ساتھ وہ بھی ہلاک ہوئے جو انہیں منع نہ کرتے تھے اور خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور میل جول ترک نہ کیا تھا۔ صرف وہ بچے جو انہیں منع کرتے رہے اور ان سے الگ تھلگ ہو گئے تھے۔ یہ تمام اقوال اور قرآن کریم کی کئی ایک آیتیں وغیرہ شاہد ہیں کہ صحیح بات یہی ہے کہ ان کی صورتیں بدل دی گئی تھیں۔ سچ مچ بندر بنا دیئے گئے نہ یہ کہ معنوی مسخ تھا یعنی ان کے دل بندروں جیسے ہو گئے تھے جیسے کہ مجاہدؒ کا قول ہے۔ ٹھیک تفسیر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سور اور بندر بنا دیا تھا اور ظاہری صورتیں بھی ان کی ان بد جانوروں جیسی ہو گئیں۔ واللہ اعلم۔

فَجَعَلۡنَا هَا میں هَا کی ضمیر کا مرجع قِرَدَة ہے یعنی ہم نے ان بندروں کو سبب عبرت بنایا۔ اس کا مرجع حِيتَان ہے یعنی ان مچھلیوں کو یا اس کا مرجع عُقُوبَة ہے یعنی اس سزا کو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا مرجع قَرۡيَه ہے یعنی اس بستی کو ہم نے اگلے پچھلوں کے لئے عبرتناک امر واقعہ بنا دیا اور صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ قریہ مراد ہے اور قریہ سے مراد اہل قریہ ہیں۔

نکال کہتے ہیں عذاب و سزا کو جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الۡاٰخِرَةِ وَالۡاُوۡلٰى اس کو عبرت کا سبب بنایا' آگے پیچھے والی بستیوں کے لئے۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَلَقَدۡ اَهۡلَكۡنَا مَا حَوۡلَكُمۡ مِّنَ الۡقُرٰى الخ ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیوں کو ہلاک کیا اور اپنی نشانیاں بیان فرمائیں تا کہ وہ لوگ لوٹ آئیں اور ارشاد ہے اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا نَاۡتِى الۡاَرۡضَ الخ اور یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ اس وقت کے موجود لوگوں کے لئے اور بعد میں آنے والوں کے لئے یہ عبرتناک واقعہ دلیل راہ بن جائے۔

گو بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ بعد میں آنے والوں کے لئے یہ واقعہ گو کتنا ہی زبردست عبرتناک ہو اگلوں کے لئے دلیل نہیں بن سکتا اس لئے کہ وہ تو گذر چکے تو ٹھیک قول یہی ہے کہ یہاں مراد مکان اور جگہ ہے یعنی آس پاس کی بستیاں اور یہی تفسیر ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعید بن جبیر رحمتہ اللہ کی۔ واللہ اعلم۔

وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰى لِقَوۡمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُكُمۡ اَنۡ تَذۡبَحُوۡا بَقَرَةً ؕ قَالُوۡۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ اَنۡ اَكُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِيۡنَ ﴿۶۷﴾

(حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے جب اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک گائے کو ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے تو انہوں نے کہا آپ ہم سے مذاق کیوں کرتے ہیں؟ جواب دیا کہ میں ایسا جاہل ہونے سے اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں ○

اور یہ بھی معنی بیان کئے گئے ہیں کہ ان کے اگلے گناہ اور ان کے بعد آنے والے لوگوں کے ایسے ہی گناہوں کے لئے ہم نے اس سزا کو عبرت کا سبب بنایا۔ لیکن صحیح قول وہی ہے جس کی صحت ہم نے بیان کی یعنی آس پاس کی بستیاں۔ قرآن فرماتا ہے وَلَقَدۡ اَهۡلَكۡنَا مَا حَوۡلَكُمۡ الخ اور فرمان ہے وَلَا يَزَالُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا الخ اور فرمان ہے اَفَلَا يَرَوۡنَ اَنَّا نَاۡتِى الۡاَرۡضَ الخ۔

غرض یہ عذاب ان کے زمانے والوں کے لئے اور بعد میں آنے والوں کے لئے ایک سبق ہے اور اسی لئے فرمایا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ یعنی یہ جو بعد میں آئیں گے ان پرہیز گاروں کے لئے موجب نصیحت ہو۔ موجب نصیحت یہاں تک کہ امت محمد ﷺ کے لئے بھی کہ یہ لوگ ڈرتے رہیں کہ جو عذاب وسزائیں ان پر ان کے حیلوں کی وجہ سے ان کے مکروفریب سے حرام کو حلال کر لینے کے باعث نازل ہوئیں اس کے بعد بھی جو ایسا کرے گا ایسا نہ ہو کہ وہی سزا اور وہی عذاب اس پر بھی آ جائیں۔

ایک صحیح حدیث امام ابوعبداللہ بن بطہ نے وارد کی ہے کہ رسول اللہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا لَا تَرْتَكِبُوْا مَا ارْتَكَبَتِ الْيَهُوْدُ فَتَسْتَحِلُّوْا مَحَارِمَ اللّٰهِ بِاَدْنَى الْحِيَلِ یعنی تم نہ کرو جو یہودیوں نے کیا یعنی حیلے حوالوں سے اللہ کے حرام کو حلال نہ کر لیا کرو۔ یعنی شرعی احکام میں حیلہ جوئی سے بچو۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ واللہ اعلم۔

قاتل کون؟ ☆☆ (آیت:۶۷) اس کا پورا واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص بہت مالدار اور تونگر تھا۔ اس کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی صرف ایک لڑکی تھی اور ایک بھتیجا تھا۔ بھتیجے نے جب دیکھا کہ بڈھا مرتا ہی نہیں تو ورثہ کے لالچ میں اسے خیال آیا کہ میں ہی اسے کیوں نہ مار ڈالوں؟ اور اس کی لڑکی سے نکاح بھی کر لوں۔ قتل کی تہمت دوسروں پر رکھ کر دیت بھی وصول کروں اور مقتول کے مال کا مالک بھی بن جاؤں۔ اس شیطانی خیال میں وہ پختہ ہو گیا اور ایک دن موقعہ پا کر اپنے چچا کو قتل کر ڈالا۔ بنی اسرائیل کے بھلے لوگ ان کے جھگڑوں بکھیڑوں سے تنگ آ کر یکسو ہو کر ان سے الگ ایک اور شہر میں رہتے تھے۔ شام کو اپنے قلعہ کے پھاٹک بند کر دیا کرتے تھے اور صبح کھولتے تھے۔ کسی مجرم کو اپنے ہاں گھسنے بھی نہیں دیتے تھے۔ اس بھتیجے نے اپنے چچا کی لاش کو لے جا کر اس قلعہ کے پھاٹک کے سامنے ڈال دیا اور یہاں آ کر اپنے چچا کو ڈھونڈنے لگا پھر ہائے دہائی مچادی کہ میرے چچا کو کسی نے مار ڈالا۔ آخر کار ان قلعہ والوں پر تہمت لگا کر ان سے دیت کا روپیہ طلب کرنے لگا۔ انہوں نے اس قتل سے اور اس کے علم سے بالکل انکار کیا لیکن یہ اڑ گیا یہاں تک کہ اپنے ساتھیوں کو لے کر ان سے لڑائی کرنے پر تل گیا۔ یہ لوگ عاجز آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور واقعہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ شخص خواہ مخواہ ہم پر ایک قتل کی تہمت لگا رہا ہے حالانکہ ہم بری الذمہ ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ وہاں سے وحی نازل ہوئی کہ ان سے کہو ایک گائے ذبح کریں۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے نبی کہاں قاتل کی تحقیق اور کہاں آپ گائے کے ذبح کا حکم دے رہے ہیں؟ کیا آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اعوذ باللہ (مسائل شرعیہ کے موقعہ پر) مذاق جاہلوں کا کام ہے۔ اللہ عزوجل کا حکم یہی ہے۔ اب اگر یہ لوگ جا کر کسی گائے کو ذبح کر دیتے تو کافی تھا لیکن انہوں نے سوالات کا دروازہ کھولا اور کہا وہ گائے کیسی ہونی چاہئے؟ اس پر حکم ہوا کہ وہ نہ بہت بڑھیا ہے نہ بچہ ہے جوان عمر کی ہے انہوں نے کہا حضرت ایسی گائیں تو بہت ہیں یہ بیان فرمائیے کہ اس کا رنگ کیا ہے؟ وحی اتری کہ اس کا رنگ بالکل صاف زردی مائل ہے۔ ہر دیکھنے والے کی آنکھوں میں جچتی جاتی ہے۔ پھر کہنے لگے حضرت ایسی گائیں بھی بہت سی ہیں۔ کوئی اور ممتاز وصف بیان فرمائیے وحی نازل ہوئی کہ وہ کبھی ہل میں نہیں جوتی گئی۔ کھیتوں کو پانی نہیں پلایا ہر عیب سے پاک ہے۔ یک رنگی ہے۔ کوئی داغ دھبہ نہیں جوں جوں وہ سوالات بڑھاتے گئے حکم میں سختی ہوتی گئی۔

احترام والدین پر انعام الٰہی: ☆☆ اب ایسی گائے ڈھونڈنے کو نکلے تو وہ صرف ایک لڑکے کے پاس ملی۔ یہ بچہ اپنے ماں باپ کا نہایت فرمانبردار تھا۔ ایک مرتبہ جبکہ اس کا باپ سویا ہوا تھا اور نقدی والی پیٹی کی کنجی اس کے سرہانے تھی۔ ایک سوداگر ایک قیمتی ہیرا بیچتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ میں اسے بیچنا چاہتا ہوں۔ لڑکے نے کہا۔ میں خریدوں گا۔ قیمت ستر ہزار طے ہوئی۔ لڑکے نے کہا۔ ذرا ٹھہرو۔ جب میرے والد جاگیں گے تو میں ان سے کنجی لے کر آپ کو قیمت ادا کر دوں گا۔ اس نے کہا ابھی دے دو تو دس ہزار کم کر دیتا ہوں اس نے کہا

نہیں حضرت میں اپنے والد کو جگاؤں گا نہیں۔ تم اگر ٹھہر جاؤ تو میں بجائے ستر ہزار کے اسی ہزار دوں گا۔ یونہی ادھر سے کمی اور ادھر سے زیادتی ہونی شروع ہوتی ہے یہاں تک کہ تاجر تیس ہزار قیمت لگا دیتا ہے کہ اگر تم اب جگا کر مجھے روپیہ دے دو میں تیس ہزار میں دیتا ہوں۔ لڑکا کہتا ہے اگر تم ٹھہر جاؤ یا ٹھہر کر آؤ۔ میرے والد جاگ جائیں تو میں تمہیں ایک لاکھ دوں گا۔ آخر وہ ناراض ہو کر اپنا ہیرا واپس لے کر چلا گیا۔ باپ کی اس بزرگی کے احساس اور ان کو آرام پہنچانے کی کوشش کرنے اور ان کا ادب و احترام کرنے سے پروردگار اس لڑکے سے خوش ہو جاتا ہے اور اسے یہ گائے عطا فرماتا ہے۔

جب بنی اسرائیل اس قسم کی گائے ڈھونڈنے نکلتے ہیں تو سوا اس لڑکے کے اور کسی کے پاس نہیں پاتے' اس سے کہتے ہیں کہ اس ایک گائے کے بدلے دو گائیں لے لو۔ یہ انکار کرتا ہے۔ پھر کہتے ہیں۔ تین لے لو۔ چار لے لو لیکن یہ راضی نہیں ہوتا' دس تک کہتے ہیں مگر پھر بھی نہیں مانتا۔ یہ آ کر حضرت موسیٰؑ سے شکایت کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں جو یہ مانگے دو اور اسے راضی کر کے گائے خرید و۔ آخر گائے کے وزن کے برابر سونا دیا گیا تب اس نے اپنی گائے بیچی۔ یہ برکت اللہ نے ماں باپ کی خدمت کی وجہ سے اسے عطا فرمائی جبکہ یہ بہت محتاج تھا۔ اس کے والد کا انتقال ہو گیا تھا اور اس کی بیوہ ماں غربت اور تنگی کے دن بسر کر رہی تھی۔ غرض اب یہ گائے خرید لی گئی اور اسے ذبح کیا گیا اور اس کے جسم کا ایک ٹکڑا لے کر مقتول کے جسم سے لگایا گیا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ مردہ جی اٹھا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں کس نے قتل کیا ہے۔ اس نے کہا میرے بھتیجے نے۔ اس لئے کہ وہ میرا مال لے لے اور میری لڑکی سے نکاح کر لے بس اتنا کہہ کر وہ پھر مر گیا اور قاتل کا پتہ چل گیا اور بنی اسرائیل میں جو جنگ و جدال ہونے والی تھی' وہ رک گئی اور یہ فتنہ دب گیا۔ اس بھتیجے کو لوگوں نے پکڑ لیا۔ اس کی عیاری اور مکاری کھل گئی اور اسے اس کے بدلے میں قتل کر ڈالا گیا۔ یہ قصہ مختلف الفاظ سے مروی ہے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بنی اسرائیل کے ہاں کا واقعہ ہے جس کی تصدیق تکذیب ہم نہیں کر سکتے۔ ہاں روایت جائز ہے تو اس آیت میں یہی بیان ہو رہا ہے کہ اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو بھی نہ بھولو کہ میں نے عادت کے خلاف بطور معجزے کے ایک گائے کے جسم کو لگانے سے ایک مردہ کو زندہ کر دیا اس مقتول نے اپنے قاتل کا پتہ بتا دیا اور ایک ابھرنے والا فتنہ دب گیا۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا
بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذَٰلِكَ ۖ فَافْعَلُوا مَا
تُؤْمَرُونَ ﴿٦٨﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ
يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ﴿٦٩﴾ قَالُوا
ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا
وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ﴿٧٠﴾

انہوں نے کہا اے موسیٰ دعا کیجئے کہ اللہ ہمارے لئے اس کی ماہیت بیان کر دے۔ آپ نے فرمایا سنو وہ گائے نہ تو بالکل بڑھیا ہے نہ بچہ بلکہ درمیانی عمر کی نوجوان ہے پس اب جو تمہیں حکم دیا جاتا ہے بجا لاؤ ○ پھر وہ کہنے لگے کہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ بیان کرے کہ اس کا رنگ کیا ہے۔ فرمایا وہ کہتا ہے کہ وہ گائے زرد رنگ ہے۔ چمکیلا اور دیکھنے والوں کو بھلا لگنے والا اس کا رنگ ہے ○ وہ کہنے لگے کہ اپنے رب سے اور دعا کیجئے کہ ہمیں اس کی مزید ماہیت بتلائے۔ اس قسم کی گائیں تو بہت ساری

ہیں۔ پتہ نہیں چلتا اگر اللہ نے چاہا تو ہم ہدایت والے ہو جائیں گے ○

حجت بازی کا انجام: ☆☆ (آیت:۶۸-۷۱) بنی اسرائیل کی سرکشی' سرتابی اور حکم الٰہی' امر الٰہی وضاحت کے ساتھ یہاں بیان ہو رہا ہے کہ حکم پاتے ہی اس پر عمل نہ کر ڈالا بلکہ شقیں نکالنے اور بار بار سوال کرنے لگے۔ ابن جریج فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ حکم ملتے ہی وہ اگر کسی گائے کو بھی ذبح کر ڈالتے تو کافی تھا لیکن انہوں نے پے در پے سوالات شروع کئے اور کام میں سختی بڑھتی گئی یہاں تک کہ آخر میں وہ ان شاء اللہ نہ کہتے تو کبھی بھی سختی نہ ٹلتی اور مطلوبہ گائے ملنا اور مشکل ہو جاتی۔ پہلے سوال کے جواب میں کہا گیا کہ نہ تو وہ بڑھیا ہے نہ بالکل کم عمر ہے۔ بلکہ درمیانی عمر کی ہے پھر دوسرے سوال کے جواب میں اس کا رنگ بیان کیا گیا کہ وہ زرد اور چمکدار رنگ کی ہے جو دیکھنے والوں کے دل کو بہت پسند آئے۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ جو زرد جوتی پہنے وہ ہر قیمت خوش وخرم رہے گا اور اس جملہ سے استدلال کیا ہے تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ بعض نے کہا ہے کہ مراد سخت سیاہ رنگ ہے لیکن اول قول ہی صحیح ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ ہم یوں کہیں کہ اس کی شوخی اور چمکیلے پن سے وہ مثل کالے رنگ کے لگتا تھا۔ وہب بن منبہؒ کہتے ہیں اس کا رنگ اس قدر شوخ اور گہرا تھا کہ یہ معلوم ہوتا تھا گویا سورج کی شعائیں اس سے اٹھ رہی ہیں توراۃ میں اس کا رنگ سرخ بیان کیا گیا ہے لیکن شاید عربی کرنے والوں کی غلطی ہے۔ واللہ اعلم۔

چونکہ اس رنگ اور اس عمر کی گائیں بھی انہیں بکثرت نظر آئیں تو انہوں نے پھر کہا' اے اللہ کے نبی کوئی اور نشانی بھی پوچھئے تاکہ شبہ مٹ جائے ان شاء اللہ اب ہمیں رستہ مل جائے گا اگر یہ ان شاء اللہ نہ کہتے تو انہیں قیامت تک پتہ نہ چلتا اور اگر یہ سوالات ہی نہ کرتے تو اتنی سختی ان پر عائد نہ ہوتی بلکہ جس گائے کو ذبح کر دیتے' کفایت ہو جاتی۔ یہ مضمون ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے لیکن اس کی سند غریب ہے۔ صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ حضرت ابو ہریرہ کا اپنا کلام ہے۔ واللہ اعلم۔

اب کی مرتبہ اس کے اوصاف بیان کئے گئے کہ وہ ہل میں نہیں جتی' پانی نہیں سینچا' اس کے چمڑے پر کوئی داغ دھبہ نہیں۔ یک نگی ہے۔ سارے بدن میں کہیں دوسرا رنگ نہیں' اس کے ہاتھ پاؤں اور کل اعضاء بالکل درست اور توانا ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ گائے کام کرنے والی نہیں ہاں کھیتی کا کام کرتی ہے لیکن پانی نہیں پلاتی مگر یہ قول غلط ہے اس لئے کہ ذلول کی تفسیر یہ ہے کہ وہ ہل نہیں جوتتی اور نہ پانی پلاتی ہے اس میں نہ کوئی داغ دھبہ ہے۔ اب اتنی بڑی کدو کاوش کے بعد بادل نخواستہ وہ اس کی قربانی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسی لئے فرمایا کہ یہ ذبح کرنا نہیں چاہتے تھے اور ذبح نہ کرنے کے بہانے تلاش کرتے تھے' کسی نے کہا ہے اس لئے کہ انہیں اپنی رسوائی کا خیال تھا کہ نہ جانیں کون قاتل ہو۔ بعض کہتے ہیں' اس کی قیمت سن کر گھبرا گئے تھے لیکن بعض روایتوں میں آیا ہے کہ کل تین دینار اس کی قیمت لگی تھی لیکن یہ تین دینار والی' گائے کے وزن کے برابر سونے والی دونوں روایتیں بنی اسرائیلی روایتیں ہیں۔ ٹھیک بات یہی ہے کہ ان کا ارادہ حکم کی بجا آوری کا تھا ہی نہیں لیکن اب اس قدر وضاحت کے بعد اور قتل کا مقدمہ ہونے کی وجہ سے انہیں یہ حکم ماننا ہی پڑا۔ واللہ اعلم۔

اس آیت سے اس مسئلہ پر بھی استدلال ہو سکتا ہے کہ جانوروں کو دیکھے بغیر ادھار دینا جائز ہے اس لئے کہ صفات کا حصر کر دیا گیا اور اوصاف پورے بیان کر دیئے گئے جیسے کہ حضرت امام مالکؒ' امام اوزاعیؒ' امام لیثؒ' امام شافعیؒ' امام احمدؒ اور جمہور علماء کا مذہب ہے۔ اسلاف اور متاخرین کا بھی اور اس کی دلیل صحیحین کی یہ حدیث بھی ہے کہ کوئی عورت کسی اور عورت کے اوصاف اس طرح اپنے خاوند کے سامنے بیان نہ کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ ایک حدیث میں نبی ﷺ نے دیت کے اونٹوں کے اوصاف بھی بیان فرمائے ہیں' قتل خطا اور وہ قتل جو مشابہ "عمد" کے ہے' ہاں امام ابو حنیفہؒ اور دوسرے کوفی اور امام ثوریؒ وغیرہ بیع سلم کے قائل نہیں وہ کہتے ہیں کہ جانوروں کے اوصاف و احوال

پوری طرح ضبط نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح کی حکایت ابن مسعودؓ حذیفہ بن یمانؓ اور عبدالرحمٰن بن سمرہؓ وغیرہ سے بھی کی جاتی ہے۔

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي
الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ
فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ
فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ
بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ
تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۳﴾

آپ نے فرمایا اللہ کا فرمان ہے کہ وہ گائے کام کرنے والی' زمین میں ہل جوتنے والی اور کھیتیوں کو پانی پلانے والی نہیں۔ وہ تندرست اور بے داغ ہے۔ انہوں نے کہا اب آپ نے حق واضح کر دیا گو وہ حکم برداری کے قریب نہ تھے لیکن اسے مانا اور وہ گائے ذبح کر دی ○ جب تم نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا۔ پھر اس میں اختلاف کرنے لگے اور تمہاری پوشیدگی کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا ○ ہم نے کہا' اس گائے کے جسم کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم پر لگاؤ (وہ جی اٹھے گا) اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کر کے تمہیں تمہاری عقلمندی کے لئے اپنی نشانیاں دکھاتا ہے ○

بلا وجہ تجسس موجب عتاب ہے: ☆☆ (آیت:۷۲-۷۳) صحیح بخاری شریف میں ''ادارء تم'' کے معنی ''تم نے اختلاف کیا'' کے ہیں۔ (1) حضرت مجاہد وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے مسیب بن رافع کہتے ہیں کہ جو شخص سات گھروں میں چھپ کر بھی کوئی نیک عمل کرے گا' اللہ اس کی نیکی کو ظاہر کر دے گا۔ اسی طرح اگر کوئی سات گھروں میں گھس کر بھی کوئی برائی کرے گا' اللہ تعالیٰ اسے بھی ظاہر کر دے گا۔

پھر یہ آیت تلاوت کی وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ یہاں وہی واقعہ چچا بھتیجے کا بیان ہو رہا ہے جس کے باعث انہیں ذبیحہ گاؤ کا حکم ہوا تھا اور کہا جاتا ہے کہ اس کا کوئی ٹکڑا لے کر مقتول کے جسم پر لگاؤ۔ وہ ٹکڑا کونسا تھا؟ اس کا بیان تو قرآن میں نہیں ہے' نہ کسی صحیح حدیث میں اور نہ ہمیں اس کے معلوم ہونے سے کوئی فائدہ ہے اور معلوم نہ ہونے سے کوئی نقصان ہے' سلامت روی اسی میں ہے کہ جس چیز کا بیان نہیں' ہم بھی اس کی تلاش وتفتیش میں نہ پڑیں' بعض نے کہا ہے کہ وہ غضروف کی ہڈی نرم تھی' کوئی کہتا ہے ہڈی نہیں بلکہ ران کا گوشت تھا' کوئی کہتا ہے دونوں شانوں کے درمیان کا گوشت تھا' کوئی کہتا ہے زبان کا گوشت' کوئی کہتا ہے دم کا گوشت وغیرہ لیکن ہماری بہتری اسی میں ہے جسے اللہ نے مبہم رکھا ہے' ہم بھی مبہم ہی رکھیں۔ اس ٹکڑے کے لگتے ہی وہ مردہ جی اٹھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے جھگڑے کا فیصلہ بھی اسی سے کیا اور قیامت کے دن جی اٹھنے کی دلیل بھی اسی کو بنایا۔ اسی سورت میں پانچ جگہ مرنے کے بعد جینے کا بیان ہوا ہے۔ ایک تو آیت ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ (2) میں اور دوسرا اس قصے میں' تیسرے ان کے قصے میں جو ہزاروں کی تعداد میں نکلے تھے اور ایک اجاڑ بستی پر ان کا گذر ہوا تھا' چوتھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چار پرندوں کے مار ڈالنے کے بعد زندہ ہو جانے میں' پانچویں زمین کی مردنی کے بعد روئیدگی کو موت وزیست سے تشبیہ دینے میں۔

ابو داؤد طیالسی کی ایک حدیث میں ہے' ابو رزین عقیلیؓ نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ مردوں کو اللہ تعالیٰ کس